یادگارِ زمانہ شخصیات کا احوالِ مطالعہ

دُنیائے اسلام کی 80 سے زیادہ مشہورِ زمانہ علمی شخصیات و اَہلِ قلم کے مُطالعہ اور علمی سفر کی دِل نشین روداد، نئی نسل کے لیے مُفید کتابوں کے انتخاب اور مُطالعاتی زِندگی کی رہنمائی پر مشتمل مُدیرِ ماہنامہ النخیل کراچی کے سوال نامہ کے جواب میں لکھی گئی ناقابلِ فراموش تحریروں کا سدا بہار مجموعہ

مُدیر: ابنُ الحسن عبّاسی

مکتبۃ النور دیوبند

یادگارِ زمانہ شخصیات

کا

احوالِ مطالعہ

دنیائے اسلام کی 80 سے زیادہ مشہورِ زمانہ علمی شخصیات و اہلِ قلم کے مطالعہ اور علمی سفر کی دل نشین روداد، نئی نسل کے لیے مفید کتابوں کے انتخاب اور مطالعاتی زندگی کی رہنمائی پر مشتمل مدیر ماہنامہ النخیل (کراچی) کے سوال نامے کے جواب میں لکھی گئی ناقابلِ فراموش تحریروں کا سدابہار مجموعہ

مدیر

ابن الحسن عباسی

نائب مدیر

محمد بشارت نواز

ناشر

مکتبۃ النور دیوبند

یادگارِ زمانہ شخصیّات

کا

اَحوالِ مُطالعہ

مدیر : حضرت مولانا ابن الحسن عباسی صاحب علیہ الرحمہ

معاون مدیر : مولانا بشارت نواز صاحب

اشاعت اوّل : محرّم الحرام ۱۴۴۲ھ- ستمبر ۲۰۲۰ء
اشاعت دوم : ربیع الاوّل ۱۴۴۲ھ- نومبر ۲۰۲۰ء
اشاعت سوم : شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ- مارچ ۲۰۲۱ء
اشاعت چہارم : ذی الحجہ ۱۴۴۶ھ- جولائی ۲۰۲۴ء

باہتمام : شاہ عالم قاسمی، ندیم اقبال قاسمی

ISBN: ***978-81-947802-1-2***

Title: ***Yaadgar-e-Zamana Shakhsiyaat ka Ahwaal-e-Mutala***

Author's Name: ***Ibnul Hasan Abbasi***

Published by: ***Maktaba Al-Noor***

Edition : ***4th (July 2024)***

Contact: ***+91 9456422412, 9045909066***

Email: ***m.noordbd@gmail.com***

ضروری نوٹ

کتاب کی پروف ریڈنگ میں حتی الامکان تصحیح کا اہتمام کیا گیا ہے۔ تاہم بشری تقاضے کے تحت غلطی کا امکان باقی ہے، اس لیے اگر کوئی بات قابلِ اصلاح نظر آئے تو براہِ کرم مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جا سکے۔ والسلام

فہرست

نمبر	عنوان	صفحہ
۱	نا قابل فراموش تحریروں کا گلدستہ .... ابن الحسن عباسی	۰۵
❁	عرضِ ناشر	۰۹
❁	پیغام: حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مدظلہٗ، مہتمم دارالعلوم دیوبند	۱۱
❁	پیغام: حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی مدظلہٗ، مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند	۱۲
❁	پیغام: حضرت مولانا محمد سعیدی مدظلہٗ، مہتمم مظاہر علوم وقف سہارنپور	۱۳
❁	پیغام: حضرت مولانا غلام محمد وستانوی مدظلہٗ، مہتمم جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹر	۱۴
❁	پیغام: حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی مدظلہٗ، مہتمم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ	۱۵
❁	نظم: علم اور شوقِ مطالعہ .... مولانا فضیل احمد ناصری	۱۶
۲	مطالعہ کے موضوع پر ترتیب دی گئی کتابوں پر ایک تعارفی نظر .... محمد بشارت نواز	۲۱
۳	مطالعہ کتب- کیوں اور کس طرح؟ (دیباچہ) .... مولانا عبدالمتین منیری	۳۷
۴	مولانا احمد اقبال قاسمی (سابق صدر شعبہ اسلامیات جامشورو یونیورسٹی، سندھ)	۶۶
۵	مولانا نظام الدین اصلاحی (سابق استاذ جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ)	۷۱
۶	مولانا عبدالحلیم چشتی (نگران تخصص جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن)	۷۸
۷	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)	۸۰
۸	مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)	۸۷
۹	مولانا سید جلال الدین عمری (نائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)	۹۰
۱۰	مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی (سابق مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند)	۹۷
۱۱	مولانا نذر الحفیظ ندوی (صدر شعبہ عربی دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)	۱۰۱
۱۲	عطاء الحق قاسمی (معروف صاحبِ طرز ادیب، مزاح نگار و کالم نگار)	۱۰۶
۱۳	مولانا نعیم صدیقی ندوی (مدیر ماہنامہ الرشاد، اعظم گڑھ)	۱۱۰
۱۴	مولانا سید محمد ولی رحمانی (سجادہ نشین خانقاہ رحمانی، مونگیر، بہار)	۱۱۴
۱۵	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی (نائب رئیس و شیخ الحدیث دارالعلوم کراچی)	۱۲۱

۱۶	مولانا محمد انور بدخشانی (استاذِ حدیث جامعہ بنوری ٹاؤن)	۱۳۲
۱۷	مجیب الرحمٰن شامی (ایڈیٹر ان چیف روزنامہ پاکستان)	۱۴۵
۱۸	پروفیسر محسن عثمانی ندوی (رکن شوریٰ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)	۱۴۸
۱۹	شیخ الاسلام مولانا عبدالحمید (صدر و شیخ الحدیث دارالعلوم زاہدان، ایران)	۱۵۰
۲۰	شیخ ڈاکٹر علی محی الدین القرہ داغی (رئیس مجلس الاستشاری الأعلی، عراق)	۱۵۳
۲۱	مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری (امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور)	۱۵۸
۲۲	مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی (ڈائریکٹر مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ)	۱۶۹
۲۳	مولانا صالح محمد خان حضروی (سابق معین مدیر ماہنامہ ترجمان اسلام، لاہور)	۱۸۷
۲۴	مولانا حبیب الرحمن ثانی لدھیانوی (صدر مجلس احرار اسلام، انڈیا)	۱۹۶
۲۵	مولانا محمد عبیداللہ الاسعدی (شیخ الحدیث جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ)	۱۹۸
۲۶	علامہ اختر کاشمیری (سابق معاون مدیر خدام الدین، لاہور)	۲۰۳
۲۷	ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ (سابق مدیر اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور)	۲۰۹
۲۸	مولانا سراج الدین ندوی (مدیر ماہنامہ ''اچھا ساتھی'' بجنور)	۲۱۵
۲۹	پروفیسر مفتی برکت اللہ قاسمی (قاضی مجلسِ شرعیہ لندن، برطانیہ)	۲۲۱
۳۰	قبلہ ایاز (چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل)	۲۲۶
۳۱	مفتی زرولی خان (بانی و مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ احسن العلوم کراچی)	۲۲۸
۳۲	مولانا محمد اسلام قاسمی (استاذ حدیث و ادب دارالعلوم وقف دیوبند)	۲۴۴
۳۳	مولانا ندیم الواجدی (مدیر ماہنامہ ترجمانِ دیوبند)	۲۵۱
۳۴	مفتی غلام الرحمن (شیخ الحدیث جامعہ عثمانیہ، پشاور)	۲۶۰
۳۵	مولانا محمد سفیان قاسمی (مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند)	۲۶۲
۳۶	مولانا عتیق احمد بستوی (استاذِ حدیث و فقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)	۲۶۶
۳۷	مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی (مدیر ماہنامہ الفرقان، لکھنؤ)	۲۷۱
۳۸	ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر (سابق صدر شعبہ تاریخ، کراچی یونیورسٹی)	۲۷۷
۳۹	مولانا بدرالحسن القاسمی (نائب صدر اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا)	۲۸۸
۴۰	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (بانی و ناظم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)	۳۱۵
۴۱	مولانا محمد کلیم صدیقی (منتظم اعلیٰ جامعہ امام ولی اللہ اسلامیہ، پھلت)	۳۲۳
۴۲	مولانا مفتی محمد قاسم قاسمی (صدر دارالافتاء دارالعلوم زاہدان، ایران)	۳۳۱

۴۳	مولانا محمد ازہر (مدیر ماہنامہ الخیر)	۳۳۶
۴۴	سعود عثمانی (معروف ادیب وشاعر وکالم نگار)	۳۳۹
۴۵	مفتی شبیر احمد قاسمی (صدر مفتی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی، مرادآباد)	۳۴۴
۴۶	مولانا نسیم اختر شاہ قیصر (ادیب و کالم نگار، استاذ دارالعلوم وقف دیوبند)	۳۵۳
۴۷	محمد متین خالد (مشہور اسکالر ومبلغ ختم نبوت)	۳۵۷
۴۸	مولانا محمد ادریس سومرو (شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم، کنڈیارو، سندھ)	۳۷۳
۴۹	ڈاکٹر اصغر کمال (فاضل دہلی یونیورسٹی، دہلی)	۳۸۶
۵۰	ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی (سابق صدر شعبہ دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)	۳۹۵
۵۱	مفتی محمد زید مظاہری (استاذِ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)	۴۰۴
۵۲	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی (سکریٹری جماعت اسلامی ہند نئی دہلی)	۴۶۹
۵۳	غلام رسول زاہد (ایڈیشنل آئی جی پولیس پنجاب)	۴۷۴
۵۴	ڈاکٹر محمد اکرم ندوی (پروفیسر شعبہ دراسات اسلامیہ، آکسفورڈ یونیورسٹی، انگلینڈ)	۴۷۹
۵۵	مولانا محمد اسلم زاہد (رئیس التحریر معارفِ ادبِ اسلامی، لاہور)	۴۸۵
۵۶	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی (رفیق اعزازی دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ)	۴۹۰
۵۷	مفتی محمد سلمان منصور پوری (مدیر ندائے شاہی، مرادآباد)	۴۹۸
۵۸	مولانا اختر امام عادل قاسمی (بانی ومہتمم جامعہ ربانی منوروا شریف، بہار)	۵۰۴
۵۹	ڈاکٹر مفتی محمد مشتاق تجاروی (پروفیسر اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ، دہلی)	۵۲۲
۶۰	مولانا محمد سلمان بجنوری (مدیر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند)	۵۲۹
۶۱	مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی (مدیر پیام عرفات رائے بریلی)	۵۴۱
۶۲	مولانا محمد اسمٰعیل ریحان (مؤرخ ومصنف)	۵۴۳
۶۳	مولانا محمد صغیر پرتاپ گڑھی (استاذ جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند)	۵۶۰
۶۴	پروفیسر حنیف رسول کاکاخیل (خوشحال خان خٹک یونیورسٹی، کرک)	۵۶۶
۶۵	انجینئر سعادت اللہ حسینی (امیر جماعت اسلامی ہند)	۵۷۲
۶۶	مفتی ناصر الدین مظاہری (مدیر ماہنامہ آئینہ مظاہر علوم، سہارنپور)	۵۷۶
۶۷	مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی (ناظم مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور)	۵۸۷
۶۸	ڈاکٹر عمیر منظر (اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی)	۵۹۳
۶۹	مولانا محمد معروف قاسمی (استاذ دارالعلوم دیوبند)	۵۹۹

نمبر	عنوان	صفحہ
۷۰	مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی (استاذ حدیث وتفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)......	۶۰۲
۷۱	مولانا عبدالسلام خطیب ندوی بھٹکلی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)...........	۶۴۶
۷۲	مولانا ضیاء الحق خیرآبادی (ایڈیٹر ماہنامہ ضیاء الاسلام، شیخوپور، اعظم گڑھ).........	۶۴۹
۷۳	مفتی اشتیاق احمد قاسمی (استاذ دارالعلوم دیوبند).............................	۶۶۱
۷۴	مولانا فضیل احمد ناصری (نائب ناظمِ تعلیمات جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند)........	۶۷۲
۷۵	مولانا محمد حذیفہ وستانوی (مدیر جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، مہاراشٹر)...	۶۸۰
۷۶	ڈاکٹر محمد اللہ خلیلی قاسمی (ناظم شعبہ انٹرنیٹ وآن لائن فتوی، دارالعلوم دیوبند).......	۶۹۳
۷۷	مولانا اشرف عباس قاسمی (استاذ دارالعلوم دیوبند).............................	۷۰۲
۷۸	مفتی محمد جاوید قاسمی (مفتی جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت، ضلع شاملی)...............	۷۰۶
۷۹	ڈاکٹر یاسر ندیم الواجدی (اسلامک اسکالر، استاد معہد تعلیم الاسلام شکاگو، امریکہ)...	۷۱۳
۸۰	مولانا عبدالکریم ولی ندوی باڑمیری (دارالعلوم العربیہ الاسلامیہ جودھپور).........	۷۱۹
۸۱	مفتی محمد ساجد کھجناوری (مدیر ماہنامہ صدائے حق، گنگوہ)....................	۷۲۳
۸۲	ڈاکٹر شیخ عامر بہجت (مدرس جامعہ طیبہ، مدینہ منورہ)..........................	۷۳۱
۸۳	مولانا نصیر الدین قاسمی (بانی ومہتمم ادارہ مرکز المعارف، دوانی ڈھانی جودھپور).....	۷۳۳
۸۴	مولانا محمد نوشاد نوری قاسمی (استاد دارالعلوم وقف دیوبند و نائب مدیر وحدۃ الامۃ)..	۷۳۶
۸۵	مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی (سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ).............	۷۴۵
۸۶	مفتی سید عبید انور شاہ قیصر (استاذ جامعہ اما محمد انور شاہ، دیوبند، حفید علامہ انور شاہ کشمیریؒ).	۷۷۲
۸۷	علمائے مظاہر علوم سہارنپور کا ذوقِ مطالعہ .... مفتی ناصر الدین مظاہری...........	۷۸۰
۸۸	مطالعہ کے اصول وآداب .... مولانا عبید اختر رحمانی............................	۷۹۷
۸۹	مطالعہ کی اہمیت، اصول اور طریقۂ کار .... مفتی سید عبید انور شاہ قیصر............	۸۰۹
۹۰	بچوں میں مطالعہ کا ذوق کیسے پیدا کریں؟.... مولانا سراج الدین ندوی..........	۸۱۸
۹۱	علومِ اسلامیہ اور ڈیجیٹل دنیا.... مولانا محمد حذیفہ وستانوی.....................	۸۲۱

ذوقِ کتب بینی

مولانا محمد انور بدخشانی☆
استاذِ حدیث جامعہ بنوری ٹاؤن

ذوقِ مطالعہ کا آغاز، نشوونما اور خاندانی نظامِ تربیت کا اثر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میری زندگی کے تقریباً پینسٹھ سال قرآن وسنت کے علوم کی تحصیل اور پھر اس کی درس وتدریس میں گزرے، دعا ہے کہ اللہ تعالی آخری دم تک مجھے قرآن وسنت کی تدریس سے ہی وابستہ رکھے، (آمین) ابتدا ہی سے میرے مطالعہ کا دائرہ الحمد للہ قرآن وسنت اور اس سے متعلقہ دیگر علوم ہی رہے۔ ابتدائی طالب علمی کے زمانہ میں میرا درسی ذوق مطالعہ سب سے پہلے علامہ ابن حاجبؒ کی مشہور کتاب ''کافیہ'' کی شرح ''شرح ملا جامی'' کے حصہ دوم پڑھنے سے شروع ہوا۔

مطالعہ کے ذریعہ مجھے یہ اندازہ ہوا کہ سبق سے قبل کتاب کا مطالعہ کرنے سے دورانِ درس استاذ کا سبق سمجھنا انتہائی سہل ہو جاتا ہے اور مطالعہ نہ کرنے سے استاذ کے سبق کو سمجھنا دشوار ہوتا ہے، خصوصاً جب کہ تعلیمی دورانیہ میں وہ کتب ہوں جو خالصتاً فنی کتب کہلاتی ہیں، گویا درس نظامی کی تعلیم کے حصول کا یہ وہ زمانہ تھا کہ میرے اندر پڑھنے، مطالعہ کرنے کا شوق پیدا ہوا اور درس کے سمجھنے کا جذبہ بھی مزید بیدار ہوا، تعلیم وتعلم کے سلسلہ میں جو اصول وآداب لکھے گئے ہیں ان میں بھی اس بات کو بڑی اہمیت دی گئی ہے کہ استاذ سے سبق سننے سے قبل اس سبق کا مطالعہ کر لینا چاہیے، نیز حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ بھی اپنے تجربہ کی بنیاد

☆تاریخ پیدائش: ۱۹۴۳ء، آبائی وطن: زردہ، صوبہ بدخشاں، افغانستان مادرِ علمی: دارالعلوم، سوات، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی، فراغت: جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی، سنِ فراغت: ۱۹۷۱ء، تدریسی خدمات: ۱۹۷۱ تا ۱۹۷۳ جامعہ فاروقیہ، ۱۹۷۴ء تا حال استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی، تصانیف: ترجمۃ القرآن المجید (فارسی) یہ ترجمہ سعودی حکومت کی جانب سے فارسی جاننے والوں کو بطورِ ہدیہ دیا جاتا ہے۔ عقائد اساسی اسلام وغیرہ، مناصب: استاذِ حدیث جامعہ بنوری ٹاؤن، داماد علامہ محمد یوسف بنوریؒ

پر طلبہ کو سبق کے مطالعہ، غور سے سننے اور تکرار کرنے کی ہدایت فرماتے تھے، پھر اس ذوق وشوق کی نشوونما اس طرح ہوئی کہ میں نے اپنا مزاج یہ بنایا کہ کسی بھی درس کو اور اس میں موجود اصطلاحات کو اچھے طریقے سے سمجھے بغیر آگے نہیں جاتا تھا، اگر ایک بار مکمل طور پر سبق سمجھ میں نہ آتا تو پھر سے سمجھنے کی کوشش کرتا، نیز استاذ سے دوبارہ پوچھنے کی مناسب صورت ہوتی تو وہ اختیار کر لیتا، ورنہ کسی سمجھدار اور ذی استعداد ساتھی سے سبق سمجھنے کی کوشش کرتا، مطالعہ اور سبق کے سمجھنے کے ساتھ ساتھ ہم چار پانچ طلبہ ساتھی مل کر تکرار کرتے تھے، جو نکات دورانِ درس استاذ سے سنے ہوتے، ان کو ذہن نشین کر لیتے تاکہ بعد میں ہمیں کام آئیں۔

جہاں تک ہمارے خاندانی نظامِ تعلیم وتربیت کا تعلق ہے، اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ میرے چچا محترم مولانا محمد شریف صاحب، مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے مدرسہ امینیہ دہلی سے فارغ التحصیل تھے، یہ ادارہ آج کل کے عمومی اداروں کی مانند نہیں تھا، بلکہ یہ وہ مدرسہ امینیہ دہلی تھا جہاں مفتی کفایت اللہؒ شیخ الحدیث تھے اور مہتمم بھی، ان کے پاس ہمارے چچا مرحوم نو سال رہے، انہوں نے تمام علوم وفنون وہیں پڑھے، وہیں سے دورۂ حدیث بھی کیا، بہرحال! چچا مرحوم کے ہندوستان سے واپس آنے کے بعد الحمد للہ ہمارے خاندان میں ایک دینی اور علمی انقلاب کا سلسلہ شروع ہوا، بدخشان واپس آکر انہوں نے مختلف علوم وفنون کی تدریس شروع کر دی، ان ہی چچا محترمؒ کی تربیت، نگرانی اور ان کی کوششوں سے ہم اس قابل ہوئے کہ اپنے علمی ذوق وشوق کو آگے بڑھائیں اور مطالعہ وتکرار کو مداومت کے طور پر اپنا شیوہ بنائیں، یہ تھی ہماری علمی وتربیتی خاندانی بنیاد!!!

علمی تعلق پیدا ہونے کے بعد میرے ساتھ میرے دو چچا زاد بھائی اور ایک پھوپھی زاد بھائی بھی شامل ہوئے، البتہ میں عمر میں بڑا تھا اور وہ چھوٹے تھے، انہوں نے مجھے اس میدان سے وابستہ دیکھا تو وہ بھی شامل ہو گئے، بارہ سال کی عمر میں میں نے ناظرہ قرآن کریم پڑھنا شروع کیا اور پھر جب میری عمر پندرہ سال ہوئی تو میں نے چچا مرحوم کے پاس ہی گھر پر مبادیات (علوم عربیہ: صرف، نحو، لغت اور فقہ) پڑھنا شروع کیے، تین چار سال تک یہ ابتدائی تعلیمی سلسلہ جاری رہا، واضح رہے کہ اس زمانے میں علوم عربیہ اور علوم اسلامیہ کا کوئی خاص تعلیمی نصاب، کوئی خاص وقت، یا کوئی خاص موضوع یا علوم کی آپس میں کوئی ترتیب مقرر نہیں ہوتی تھی، بہرحال بعد ازاں میں افغانستان کے صوبہ ''تخار'' چلا گیا، اس زمانے میں اتنے وسائل تو ہوتے نہ تھے، بدخشان سے تخار کا پیدل سفر تین دن میں طے ہوتا تھا اور اس طرح کئی بار پیدل سفر کر کے میں بدخشان سے تخار آتا جاتا، سردیوں کے زمانہ میں بسا اوقات ننگے پیر برف پر چل کر بھی مجھے جانا پڑا، وہاں مختلف اساتذہ سے چھ سال تک بغیر کسی مقررہ نصاب کے ثانوی اور عالی علوم جیسے نحو، منطق، بلاغت، فقہ اور اصول

وغیرہ حاصل کیے، تخار میں مختلف اساتذہ کرام سے میں نے جملہ علوم وفنون کی ابتدائی اور وسطانی کتب پڑھیں، جن میں دیگر کے علاوہ میر ایساغوجی، تشریح الافلاک کی شرح تصریح، سلم العلوم کی شرح ملا حسن، خلاصة الحساب، مختصر المعانی، قطبی اور سلم العلوم پڑھیں، اس دوران والد صاحب مرحوم کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے میں دوبارہ اپنے گھر (بدخشان) آ گیا اور گھر کے کام کاج میں حصہ لیا، ساتھ ہی علم کے حصول کی ترتیب یہ بنائی کہ دن میں دو دَرس اپنے چچا محترم سے پڑھ کر کام کاج کے لیے نکل جاتا تاکہ علم کے حصول کا سلسلہ منقطع نہ ہو اور رات کو گھر واپسی ہوتی، اس عرصے میں میں نے اپنے چچا محترمؒ سے "هدایه ثالث"، "خلاصة الحساب" اور "شافیه" پڑھی۔

اس کے ایک سال بعد مزید دینی تعلیم کے حصول کے لیے میں ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء میں پاکستان آیا اور پانچ سال تک کتب فنون کی تعلیم صوبہ خیبر پختون خوا (سرحد) کے مختلف مدارس میں بھی حاصل کی، اس زمانہ میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے شاگرد خاص حضرت بنوریؒ رحمہ اللہ کی ہر طرف شہرت تھی، چنانچہ سن ۱۹۶۸ء میں کراچی آ گیا اور عالم اسلام کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن میں درجہ سابعہ میں داخلہ لیا اور یہاں مجھے توفیق ایزدی سے محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ جیسی علمی عبقری شخصیت سے استفادے اور یہاں کے صاف وشفاف علم کے چشموں سے سیرابی کا موقع میسر آیا، والحمد لله علی ذالک۔

اس تعلیمی وتربیتی مشغلے کو اپنانے میں ہمارے ان چچا محترمؒ (مولانا محمد شریف صاحب رحمہ اللہ) کا بھی بڑا ہاتھ تھا، اگر وہ نہ ہوتے تو شاید تعلیم وتعلم اور تحریر کے یہ سلسلے ہمارے ہاں بہت کم ہوتے، ہمارے انہی چچا محترمؒ کی محنت اور سعی کی بنا پر ہمارے خاندان میں بحمدہٖ تعالیٰ کئی چچا زاد بھائی اور پھوپھی زاد بھائی عالم ہیں، نیز خاندان کی بیشتر خواتین اور مرد قرآن کریم کی حفظ کی دولت سے مالا مال ہیں، اس محنت اور جدوجہد کا یہ اثر ہوا کہ عموماً معاشرے میں جیسے بعض گھرانوں کو مختلف نسبتوں سے منسوب کیا جاتا ہے، ہمارے گھرانوں کو "مولویوں اور قاریوں کا گھرانہ" کہا جاتا ہے، فلله الحمد والمنة۔

ذوقِ مطالعہ کو مہمیز دینے والی رہنما شخصیات، مطالعہ کے مختلف ادوار

ویسے تو الحمد للہ میرے زمانۂ تعلیم میں مجھے جن ثقہ علماء سے استفادے کا موقع ملا، وہ سب ہی اپنی ذات میں انجمن تھے، مطالعہ کا ذوق رکھنے والے اور انتہائی اعلیٰ استعدادوں کے حامل تھے، مگر ان میں جن سے مجھے خصوصی علمی اور مطالعاتی فائدہ ہوا ان کا ذکر کر دیتا ہوں:

جن عظیم شخصیات سے میرے ذوقِ مطالعہ کو ترقی ملی اور جن حضرات نے مجھے اس سفر میں رہنمائی فراہم

کی ان میں، میں اپنے چچا محترم حضرت مولانا محمد شریف صاحبؒ کی شخصیت کو سب سے مقدم رکھنا ضروری سمجھتا ہوں، کیونکہ میں نے علوم کے مبادیات کی تحصیل کا آغاز ان ہی سے کیا تھا اور نیز چونکہ وہ علوم وفنون میں کامل دسترس رکھتے تھے تو مجھے ان سے ہی یہ شوق بھی پیدا ہوا کہ میں الفاظ کے درست تلفظ، صحیح ادائیگی اور جملوں کی ترکیب سیکھوں، یعنی میں علوم وفنون پڑھنے اور سمجھنے کے قابل ہو جاؤں، یہ سب کچھ ان چچاؒ کی توجہ اور محنت کی برکت سے ممکن ہوا اور پھر خاص طور پر قرآن کریم کے ساتھ میرے ذوق وشوق میں بھی ان کی توجہ کا خاص دخل تھا، وہ مختلف فقہی، لغوی علمی مسائل کی بابت مجھ سے قرآن کریم کی آیات کے بارے میں سوال کرتے رہتے تھے اور میں ہر وقت اسی سوچ اور فکر میں مگن رہتا کہ اس کا استدلال میں قرآن کریم کی آیت سے کرسکوں۔

۱۹۶۵ء میں پاکستان آنے کے بعد تقریباً ۵ سال کا عرصہ میں نے صوبہ خیبر پختون خواہ کے مختلف مدارس میں اس وقت کے مشہور اساتذہ کرام سے پڑھا اور ان کا میری تعلیمی اور مطالعاتی ترقی میں بے حد اثر رہا، ان میں سے کچھ کا یہاں ذکر کرتا ہوں، کوہاٹ کے مدرسہ انجمن تعلیم القرآن کے صدر المدرسین مولانا عبد الغفار صاحبؒ سے قاضی مبارک پڑھی، مولانا احمد گل صاحبؒ سے **تفسیر بیضاوی** اور مولانا نعمت اللہ صاحب سے **ھدایہ ثالث** پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، پھر ۱۹۶۶ء میں جامعہ علوم اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں مفتی محمد یوسف بونیریؒ سے **مطول** اور مفتی محمد فریدؒ سے **تفسیر بیضاوی**، **شرح عقائد** اور دیگر کچھ کتب پڑھی، فلسفہ کی مشہور کتاب "**میبذی**" میں نے مولانا فضل الٰہی صاحبؒ سے پڑھی، یہ مفتی رضاء الحق صاحب (فاضل جامعہ بنوری ٹاؤن، مفتی اعظم جنوبی افریقہ) کے چچا تھے، چنانچہ **میبذی** کے سبق میں مفتی رضاء الحق صاحب حفظہ اللہ میرے ہم درس رہے، اس کے بعد میں دار العلوم اسلامیہ سیدو شریف سوات چلا گیا، یہاں ملا جلال پر سید زاہد کا حاشیہ، **رسالہ قطبیہ** کی شرح، **دیوان المتنبی** اور **مقامات حریری** پڑھی اسی طرح مولانا کفایت اللہؒ سے "قاضی مبارک" اور مولانا عبد المجید بازارگوی سے فلسفہ کی معروف کتاب "**ھدایۃ الحکمۃ**" کی مشہور شرح "**صدرا**" اور "**شمس بازغہ**" پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، سیدو شریف میں دوسرے سال مارتونگ باباؒ سے **شرح مواقف** پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، اسی طرح فلکیات میں تصریح، شرح چغمینی اور سبع شداد ثلاثہ مولانا عبد المجیدؒ سے پڑھیں، اسی سال علم ہندسہ کی مشہور کتاب "**اقلیدس**" بھی پڑھی اور پھر آخر میں **حاشیہ خیالی** اور **سلم العلوم** کی شرح حمد اللہ سندیلوی مولانا کفایت اللہؒ سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، علم عروض وقوافی میں نے مشہور ادیب مولانا لطافت الرحمن سواتیؒ سے پڑھے، الغرض علوم وفنون کی ان مذکورہ کتابوں اور اساتذہ کرام کے طفیل مجھے بہت

زیادہ علمی ترقی ہوئی، اللہ تعالی میرے تمام اساتذہ کرام کے درجات بلند فرمائے، آمین

علوم وفنون کی جملہ اہم کتب پڑھنے کے بعد پھر میں نے موقوف علیہ اور دورہ حدیث کے لیے کراچی کا رخ کیا، یہاں محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ اپنے زمانے کے عظیم محدث اور ادیب جلوہ افروز تھے، انہیں علم حدیث اور علوم عربیہ ادبیہ میں یدطولی حاصل تھا، آپ عربی زبان میں فصیح وبلیغ نثر، انشاء اور شعر کہنے پر قادر تھے، آپ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے علوم کے امین اور علمی جانشین تھے، علم حدیث اور ادب میں حضرت بنوریؒ سے خوب استفادہ کیا اور ان علوم میں وہی میرے راہنما ومقتدا ہیں، ۱۹۷۱ء میں جامعہ بنوری ٹاؤن سے درس نظامی کی سند فراغت حاصل کی ،فراغت کے بعد دوسال حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کی دعوت پر مجھے جامعہ فاروقیہ کراچی میں تدریس کا موقع ملا، یہاں مجھے سنن نسائی ، سنن ابن ماجہ ، هدایہ ثالث ، توضیح تلویح ، دیو ان حماسہ ، قطبی اور کنز الدقائق پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی، دوسال بعد حضرت بنوری رحمہ اللہ نے اپنی شفقت سے بندہ کو جامعہ میں تدریس کے لیے بلالیا اور ساتھ ہی مجھے ان سے صہری نسبت بھی حاصل ہوئی، یقینا میرے اس طویل تعلیمی وتدریسی اور تصنیفی مشغلے میں اللہ تعالی کی توفیق کے ساتھ ساتھ حضرت بنوری رحمہ اللہ کے اعتماد اور ان کی سرپرستی وشفقت اور توجہات کا بڑا دخل ہے، حضرت بنوریؒ کی صحبت اور توجہ کی برکت سے میرے علمی مطالعہ کو بہت زیادہ وسعت ملی، وہ مختلف مواقع پر میری رہنمائی فرماتے رہتے تھے، جامعہ کی مجلس تعلیمی کی طرف سے جو درسی کتب مجھے پڑھانے کے لیے سپرد کی جاتیں، ان کے متعلق مجھ سے سوال کرتے اور ان مفوضہ تدریسی کتب سے متعلق مختلف شروح اور حواشی بتایا کرتے۔

چچا جان مولانا محمد شریفؒ اور حضرت بنوری رحمہا اللہ کے بعد جس شخصیت نے اپنے علمی تبحر ، وسعت مطالعہ، حسن تعبیر، فنی مہارت اور تدریس سے مجھے متاثر کیا اور ان کی تدریس اور تدریس کے مالہ وماعلیہ مجھ پر گرویدگی کی حد تک حاوی تھے، وہ شخصیت استاذ گرامی مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ تھے، جن کی صحبت سے مطالعہ ومراجعہ کا شوق بلکہ رہنمائی ملتی رہی، مفتی صاحبؒ میرے محبوب اور محسن اساتذہ میں سے تھے، حضرت مفتی صاحب بلند پایہ فقیہ اور محدث تھے، سادہ مزاج رکھتے تھے لیکن سنن ترمذی کے سبق میں خوب جواہر بکھیرتے ، ان کا ذوق تحقیقی تھا، اس لیے ان کے ذوق سے بھی مجھے مہمیز ملی، میری علمی نشوونما میں ان کا بھی اہم کردار ہے، وہ میرے لیے سرپرست کا درجہ بھی رکھتے تھے، میرا دوسرا نکاح مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کی نواسی (مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ ناظم اول جامعہ دارالعلوم کراچی کی صاحبزادی) سے ہوا، میرے والدین تو یہاں نہ تھے، اس نکاح میں میری طرف سے

سرپرستی کے امور استاذ محترم مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ نے ادا فرمائے اور جو دعوت نامہ لوگوں کو بھیجا گیا، وہ بھی حضرتؒ کی طرف سے ہی تھا۔

خیر ابتدائی تعلیم کے زمانہ میں جب میں ''بدخشان'' سے ''تخار'' گیا تو وہاں پہنچ کر میں نے وہاں کے بڑے اساتذہ وشیوخ سے استفادہ کیا، ان میں ایک استاذ حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب تخاریؒ (نمک آبی) سب سے مشہور و معروف تھے اور وہ نمک آب میں ہوتے تھے، میں ان نے ان کے پاس دو سال رہ کر فقہ وادبِ عربی کے علوم پڑھے، نحو میں شرح جامی مکمل، بعض کتب منطق جیسے **الحاشية الجديدة على المير شرح إيساغوجي ، بديع الميزان حصة التصورات من القطبي** وغیرہ بھی انھی سے پڑھیں اور اس عرصہ میں بھی میں نے مطالعہ سے بہت کچھ سیکھا۔ وہاں دو سال کے قیام میں مجھے یہ محسوس ہوا کہ گویا میں پہلے بیٹھا ہوا تھا، اب کھڑا ہو گیا ہوں، ان کے علوم وفیض کی برکت نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا تھا، ان کا شوق اور خواہش یہ تھی کہ اپنے شاگرد خواہ ابتدائی ہوں، وسطانی ہوں یا منتہی درجہ کے طلبہ سب کو متعلقہ موضوع اور اس کی ابحاث سمجھ آجائیں اور ان کی محنت یہ تھی کہ طلبہ کو خوب فائدہ ہو اور طلبہ میں یہ استعداد پیدا ہو سکے کہ وہ اپنے استاذ سے پڑھا سبق اور حاصل کیے ہوئے علوم وفنون آگے دوسرے لوگوں تک پہنچا سکیں، گویا حضرت بنوری رحمہ اللہ کی طرح ذی استعداد افراد تیار کرنا ان کا دلی جذبہ تھا۔

حاصل یہ ہے کہ میرے مطالعہ کے جذبہ کی ابتداء شرح جامی سے ہوئی، اس زمانے میں طلبہ کا مزاج یہ تھا کہ طلبہ اس طرح کے دقیق وعمیق فنون پر کامل عبور حاصل کرنے کے لیے کئی عربی شروحات کا خوب خوب مطالعہ کیا کرتے تھے، صرف شرح ملا جامی کی پچاس سے زائد شروحات ہیں، ان میں بعض فارسی اور بعض عربی زبان میں ہیں، میں بھی الحمدللہ ان عربی وفارسی شروحات سے خوب استفادہ کرتا تھا اور مجھے زیادہ مناسبت بھی عربی وفارسی زبان سے تھی، اس مطالعہ کے بعد اصل استفادہ تو استاذ سے ہوتا تھا، نیز کافیہ کی شروحات سے بھی میں نے خوب فائدہ اٹھایا اور مقصد یہ تھا کہ مجھے علم ہو کہ ان کتب کے مصنّفین کا اسلوب کیا ہے؟! اور ان کی شرح کا اسلوب کیا ہے؟! اس طرح کے مقاصد کے حصول کے لیے بحمد اللہ میں بھرپور مطالعہ کیا کرتا تھا۔

نیز میں ایک جلیل القدر عالم حضرت مولانا فیض محمد صاحب کے پاس بھی گیا، یہ خان آباد میں ہوتے تھے، بڑے عجیب انسان تھے، تبحر علمی کی صفت بدرجہ اتم ان میں موجود تھی، انتہائی باوقار اور سنجیدہ شخصیت تھی، علم کے تو گویا پہاڑ تھے، البتہ خارجی معلومات سے دلچسپی نہ رکھتے تھے، زیادہ تر نصاب سے متعلقہ کتابوں سے ان کا تعلق ہوتا تھا، کتاب کو اچھی طرح سمجھتے بھی تھے اور سمجھاتے بھی تھے، ادب عربی کی جانب

بھی ان کی رغبت تھی، اس کا شوق بھی رکھتے تھے لیکن چونکہ موصوف درسی کتابوں کو کئی کئی بار خود پڑھ بھی چکے تھے اور پڑھا بھی چکے تھے اس لیے ان کا تجربہ تدریسی اعتبار سے کافی پختہ تھا۔ ان سے بھی میں نے **شافیہ** کے کچھ حصے اور **هدایه ثالث** کی **کتاب الاجارۃ** اور **مشکوٰۃ شریف** پڑھی۔

حضرت مولانا محمد امین صاحب مشتانی فرخاریؒ سے مجھے منطق و بلاغت پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، چنانچہ ان سے میں نے **مختصر التفتازانی فی البلاغة** اور **قطبی** اور اس کی **تعلیق للسید الشریف الجرجانی** پڑھی، یہ بھی انتہائی عظیم انسان تھے، ان کے اسلوبِ تدریس وطرزِ تکلم، طریقہ افہام و تفہیم اور متعلقہ موضوع پر حاوی ہونے کا کیا ہی کہنا! بس ان صفات میں اپنی مثال آپ تھے۔ عام آدمی بھی ان کے درس کو ان کی زبان سے اچھی طرح سمجھ سکتا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ منطق کی ابحاث میں سے ''**موجهات**'' مجھ سے پڑھ لیں پھر کبھی آپ کسی اور سے پڑھنے کے محتاج نہیں ہوں گے۔ چنانچہ میں نے ''**موجهات**'' کی بحث اور بسائط و مرکبات کے مباحث ان سے پڑھے، پہلے بسائط اور پھر مرکبات کی ابحاث پڑھیں، واقعی اسی طرح ہوا کہ ابھی تک مجھے علم منطق کی موجہات میں الحمدللہ عبور حاصل ہے۔ منطق، فلسفہ، بلاغت سے متعلق میری معلومات، ان علوم کی اصطلاحات کی پہچان اور ان کا یاد رہنا ان ہی کی برکت سے ہے، کیونکہ وہ منطق و بلاغت میں کافی عبور رکھتے تھے۔

ہماری طالب علمی کے زمانے میں منطق وفلسفہ بہت عروج پر تھے اور ان علوم میں جو لوگ بہت زیادہ مشہور و معروف تھے اور کامل دسترس رکھتے تھے، ان اشخاص میں سے ایک مارتونگ باباؒ بھی تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے عجیب وغریب صفات سے نوازا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کی شخصیت میں عجیب دلآویزی اور دلکشی پیدا کر دی تھی، ان کی گفتگو سامعین کی طبیعت پر بار نہیں ہوتی تھی، علاقہ سوات میں تو یہ بہت مشہور تھے، الحمدللہ ان سے میں نے امورِ عامہ علم کلام کا ابتدائی حصہ پڑھا، اس زمانے میں ان کے درس میں شریک ہونے والے ہم تقریباً اکیس افراد تھے، ان کا انداز یہ تھا کہ پہلے **متن ایجی** (جو کلام منطق اور فلسفہ میں تین ابحاث ہیں ان ابحاث) کا ترجمہ کرتے تھے، اس کے بعد پھر سید شریف کی جو شرح ہے (چار جلدوں میں) اس شرح کی تشریح کرتے، پھر اس کے بعد سید زاہد ہروی کی جو اس پر تعلیق ہے اس سے ہمیں سمجھاتے تھے، گویا ان کے کلام سننے اور سمجھنے کے بعد ان علوم سے متعلق اوروں کی باتیں ہمیں بچوں کی باتیں لگتی تھیں، اسی بنا پر مارتونگ بابا اپنے شاگردوں اور اہل علم کے حلقے میں بڑے محبوب و مقبول تھے لیکن بااین ہمہ انہوں نے کوئی خاص کتاب نہیں لکھی، سوائے چند ابحاث کے جو **مسلم الثبوت** سے متعلق ہیں، میں نے اپنی شرح ''**ازالة الرهبوت عن مشكلات مسلم الثبوت**'' میں اس سے اچھا خاصا استفادہ کیا ہے۔

پسندیدہ موضوعات

میرے پسندیدہ ترین موضوعات میں سرفہرست قرآن کریم اوراس کی تفاسیر ہیں، ادبی موضوعات سے مجھے دلچسپی بھی ہے اور مجھے پسند بھی ہیں، خواہ یہ ادب کسی بھی زبان میں ہو یا کسی بھی فن سے متعلق ہو، البتہ عربی اور فارسی ادب کی طرف میری توجہ زیادہ رہی اوران دونوں زبانوں کی ادبی کتب کے مطالعہ کا بھرپور موقع بھی مجھے ملا، البتہ قرآنیات میرا خاص ذوق اورالحمدللہ میری تالیفی سرگرمیوں کا محور رہا، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس موضوع پر مختلف کاموں کی توفیق مرحمت فرمائی، فارسی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی جسے اب **مجمع ملک فہد** مدینہ منورہ شائع کررہا ہے اورحرمین شریفین میں دیگر تراجم قرآن کے ساتھ وہ فارسی ترجمہ بھی وہاں رکھ دیا گیا ہے اورحجاج ومعتمرین میں بھی تقسیم کیا جاتا ہے، قرآنی ذوق کی ترقی میں چچا مولانا شریف رحمہ اللہ کے بعد مجھے حضرت بنوریؒ کی صحبت سے بہت استفادہ ہوا، مولانا بنوری رحمہ اللہ کی بھی یہ عادت تھی کہ وہ درس کے دوران مختلف نکات کے استدلال قرآن کریم سے کیا کرتے تھے اورطلبہ سے پوچھا کرتے تھے، میں ہمیشہ اسی جستجو میں رہتا کہ فوراً قرآن کریم سے استدلال میں مطلوب آیت کو پیش کرسکوں۔

ذوق میں ارتقائی تبدیلیاں

ذوق مطالعہ میں پہلی ارتقائی تبدیلی اس وقت پیدا ہوئی جب میں نے شرح جامی کے حصہ اول سے فارغ ہوکر حصہ دوم پڑھنا شروع کیا، یہ ظاہر ہے کہ درس نظامی کے زمانے میں ہمارے لیے یہی کتب اہم بھی ہوتی تھیں اوران ہی کتب پر ہماری ساری توجہ اورمحنت صرف ہوتی تھی، اس لیے طالب علمی کے زمانے میں نصابی کتب ہی سے وابستہ رہے، خیر! اس عرصہ میں مطالعہ سے دلچسپی بھی بڑھی، نیز میں نے مطالعہ اور کتابوں کو سمجھنے کے اعتبار سے کافی تبدیلیاں محسوس کیں، پھر ارتقائی تبدیلی کا دوسرا درجہ خیبر پختون خواہ کے اساتذہ کرام سے علوم وفنون کی مختلف کتابیں پڑھ کر مجھے منطق فلسفہ اور دیگر عقلی علوم سے کافی زیادہ مناسبت ہوگئی اوراس عرصہ کے دوران مجھے عقلی علوم کی تقریباً تمام مشہور کتب درساً پڑھنے کا شرف بھی حاصل ہوا لیکن پھر تیسرا مرحلہ اس وقت شروع ہوا جب میں کراچی آیا اور مجھے حضرت بنوری، مفتی ولی حسن ٹونکی اور مولانا ادریس میرٹھی رحمہم اللہ جیسے اساتذہ سے قرآن وسنت پڑھنے سمجھنے کا شرف حاصل ہوا، جامعہ اوران اساتذہ کرام کی صحبت کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ علوم قرآن وسنت کے سامنے دیگر تمام عقلی علوم ہیچ ہیں، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ عقلی علوم پڑھنے سے انسان کو پختگی اور رسوخ ضرور حاصل ہوجاتا ہے، اس لیے ان کی اہمیت اپنی جگہ ہے، بہرحال جامعہ اورحضرت بنوریؒ کی صحبت کے بعد میرا ذوق مطالعہ کا مرکز قرآن اور حدیث ہوگیا اور پھر

اس سے متعلقہ تمام معروف ومشہور کتب پڑھنے کا مجھے شرف حاصل ہوا۔

پسندیدہ مصنّفین وپسندیدہ کتب

مجھے جو کتاب پسند ہوتی ہے، اس کا مصنف بھی پسند ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جو کتاب پسند نہ ہو تو اس کتاب کے مصنف سے بھی لگاؤ نہیں ہوتا، بنیادی طور پر اس سلسلہ میں جن مصنّفین نے تصنیف کے کام کا انتخاب کیا ہے اور ضروری اور اہم علوم کو موضوعِ تصنیف بنایا ہے، چاہے وہ ادبِ عربی کے قبیل سے ہوں جو کہ علوم اسلامیہ کے لیے جڑ اور مقدمہ ہے یا دوسرے علوم ہوں جیسے تفسیر وحدیث جو دین ودنیا کی اساس ہیں، یہ سب مصنّفین اور ان کی کتب مجھے پسند ہیں۔

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی ذات سے مجھے انتہائی گرویدگی کا تعلق تھا، حضرتؒ اپنے زمانے کے عظیم محدث اور ادیب تھے۔ مولانا رحمہ اللہ کی سنن ترمذی کی شرح **"معارف السنن"** جو علم حدیث کے ذخیرہ میں قابل ذکر اہم ترین کتابوں میں سے ہے، ادب وبلاغت کے اعتبار سے بھی اعلیٰ شاہکار ہے، حضرتؒ اس شرح میں جس طرح مسائل کے تحت پہلے تفصیل سے ائمہ کے مذاہب کو اور پھر بحث کے آخر میں ان کا خلاصہ بیان فرماتے ہیں، حضرت کے اس انداز سے میں بہت متاثر ہوں اور حضرت کے اس انداز کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے، **معارف السنن** نے مجھے بہت کچھ سکھایا ہے، طالب علمی کے زمانے میں کتاب خریدنے کی استطاعت نہ تھی، مولانا رحمہ اللہ نے ہی مجھے **معارف السنن** مطالعہ کے لیے دی تھی، عربی زبان سے مجھے زیادہ مناسبت اور شوق مولانا رحمہ اللہ کی وجہ سے ہی ہوا، حضرت کی دیگر اردو عربی کتب بھی بندہ کی پسندیدہ کتب میں سے ہیں، جو سب ہی علمیت اور ادب وبلاغت کی شاہکار ہیں۔

علمائے مغرب میں سے مالکی شیخ الاسلام تیونسی، عالم دین شیخ محمد طاہر ابن عاشور اچھے مضبوط مصنف ہیں، ان کی چالیس کے قریب کتابیں ہیں، ان میں سے تفسیر کے موضوع پر ایک کتاب **"التحریر والتنویر"** میرے نزدیک بہت ہی عمدہ تفسیر ہے، میں نے قرآن کریم کے فارسی ترجمہ وتفسیر تحریر کرنے کے دوران اس سے بہت استفادہ کیا۔

اسی طرح شام کے علماء میں سے ایک مشہور عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ ہیں، ان کی تالیفات وتصنیفات سے بھی میں نے بہت زیادہ استفادہ کیا، ان سے بہت قریبی تعلق بھی تھا، شیخ بھی مجھ سے محبت فرماتے تھے اور پاکستان آمد پر دو بار میرے گھر بھی تشریف لا چکے ہیں، ان کے اسلوب سے میں نے بہت کچھ سیکھا اور سمجھا ہے، ان کی کئی مفید کتابیں ہیں، علوم حدیث پر انہوں نے کئی کتابوں کی تالیف وتحقیق کی ہے، ان کی

تحقیق وتعلیقات نہایت عمدہ اوران کا طرز تحقیق قابل تقلید ہے۔

مصنّفین کی دو قسمیں ہیں: ایک جدید مصنّفین جو جدید علوم میں جدید طرز پر لکھتے ہیں، یہ ایک الگ اور نئی چیز ہے، دوسری قسم قدیم مصنّفین کی ہے، جنہوں نے قدیم علوم پر کام کیا اور لکھا ہے، ہم نے زیادہ تر ان قدیم طرز پر کام کرنے والے مصنّفین کی کتابوں کو پڑھا اور سمجھا ہے، ان میں پختگی بھی زیادہ ہے اوران کا انداز بھی ٹھوس ہے سطحی نہیں، اسی وجہ سے متقدمین کا طرز وانداز اور اسلوب مجھے زیادہ پسند ہے، ہاں البتہ اب یہ بات ضرور ہے کہ یہ سہل پسندی کا دور ہے، ان متقدمین کو پڑھنا سمجھنا آج کی نسل کے لیے مشکل ہوگیا ہے، اسی بنا پر اللہ تعالی نے مجھے توفیق دی کہ درس نظامی کی اہم اور مشکل کتب کی تسہیل کی جو اس وقت برصغیر کے علاوہ دیگر کئی ممالک کے مدارس ومعاہد میں شامل نصاب ہے لیکن یہ تسہیلات محض علم اورفن اور قدماء کے ذخیرے کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے کے لیے لکھی گئی ہیں، رسوخ اور پختگی کے لیے متقدمین مصنّفین کے اسلوب سے مناسبت بھی اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہے۔

پسندیدہ رسائل

ہم نے چونکہ زمانہ طالب علمی میں افغانستان کے مختلف علاقوں (یعنی بدخشان، تخار اور قندوز) میں پڑھا ہے، اس زمانے میں وہاں زیادہ رسائل وجرائد وغیرہ نہیں ہوتے تھے، بلکہ قدیم درسی کتب کا ہی رواج تھا، اس لئے ہمیں ان کتب سے ہی زیادہ سروکار رہا ہے، البتہ پاکستان آنے کے بعد یہاں رسائل وجرائد وغیرہ دیکھنے کا موقع تو بہت ملا لیکن میں قدیم علمی، تحقیقی اورفنی کتب کے مقابلے میں ان رسالوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا، بلکہ میرا میلان متقدمین کی کتب کی جانب زیادہ ہے، البتہ میری دانست میں خالص علمی تحقیقی رسائل سے طلبہ کو ضرور استفادہ کرنا چاہیے، بعض مقالہ نگار کسی موضوع پر اپنی زندگی بھر کے مطالعہ کا نچوڑ اپنے ایک مقالے میں پیش کردیتے ہیں، ایسے مقالہ جات قابل قدر ہیں۔

افسانہ نگار

مجھے طبعی طور پر ان افسانہ نگاروں کی طرف کبھی میلان نہیں رہا، کیونکہ ان میں اکثر وبیشتر جھوٹ وفریب، خلاف حقیقت چیزوں کو بیان کیا جاتا ہے، جیسا کہ عام مشاہدہ ہے، اس لیے میں ان بے معنی افسانوں کی طرف توجہ نہیں دیتا، ان افسانوں میں کھو کر انسان خود افسانہ یا افسانوی مزاج بن جاتا ہے، علمی رسوخ اور پختگی افسانوں یا ناولوں سے حاصل نہیں ہوسکتی۔

کالم نگار

کالم میں کافی عرصہ تک پابندی سے پڑھتا رہا، کالم نگاروں میں مجھے جنگ اخبار کے کالم نویس ارشاد احمد

حقانی کے مضامین پسند تھے، وہ مختلف موضوعات پر کالم لکھتے تھے، اس زمانے میں میں روزانہ کی بنیاد پر ان کی مختلف تحریرات پڑھا کرتا تھا، غالباً ۲۰۱۰ء میں وہ انتقال کر گئے تھے۔

مزاح نویس

مزاح نویسوں میں مجھے مولانا بہاء الحق قاسمی مرحوم کے فرزند عطاء الحق قاسمی کی مزاحیہ کالم نگاری پسند ہے۔ البتہ ان کی بہت سی آراء سے کلی اتفاق نہیں رکھتا۔

طنز نگار

طنز کے موضوعات پر مجھے زیادہ دلچسپی اور لگاؤ نہیں ہے، کیونکہ ایک تو یہ شرعاً جائز نہیں ہے، نیز یہ دین سے دور لوگوں کا شیوہ ہے، پھر ہمارا دین ہمیں اس کی اجازت بھی نہیں دیتا، اس لیے میں نے اس جانب توجہ نہیں دی۔

مطالعہ کے اوقات

جو اوقات ذہنی اعتبار سے سکون اور اطمینان کا باعث ہوں اور ذہن پر کوئی بوجھ نہ ہو ایسے اوقات میں مطالعہ کرنا زیادہ مفید رہتا ہے، نیز فارغ اوقات بھی انسان اگر اپنے اوقات مطالعہ میں صرف کرے تو وقت قیمتی بن جائے گا، ورنہ وقت نے ویسے بھی گزرنا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ مغرب اور فجر کے بعد کے اوقات مطالعہ کے لیے زیادہ بہتر اور مناسب ہیں، نیز اگر عصر کے بعد کوئی مصروفیت یا مشغولیت نہ ہو تو وقت ضائع کرنے کے بجائے عصر کے بعد بھی مطالعہ کرنا چاہیے، اگر طلب اور چاہت ہو تو آدمی اس وقت میں بھی بہت کچھ مطالعہ کر سکتا ہے۔ مجھے فراغت ہو تو طالب علمی سے ہی عصر کے بعد بھی مطالعہ کی عادت رہی ہے۔ ہمارے دورۂ حدیث کے سال "معارف السنن شرح سنن الترمذی" کی پانچ جلدیں طبع ہو چکی تھیں، میں نے "معارف السنن" کی ان مطبوعہ تمام جلدوں کا مطالعہ دورہ کے سال عصر کے بعد کیا تھا، اسی طرح مثنوی مولانا روم کا بھی میں نے دو سے تین بار مکمل مطالعہ کیا اور بہت ہی کم وقت میں، کیونکہ میری عادت ہے کہ جب ایک کتاب کا مطالعہ شروع کر دیتا ہوں تو پھر اسے پایہ تکمیل تک پہنچاتا ہوں، پھر اس کے لیے وقت کی قید نہیں ہوتی، وقت خواہ کوئی بھی ہو، اسی طرح رسائل "اخوان الصفا" بھی میں نے ایک ساتھ مکمل مطالعہ کیے اور چند مہینوں میں، میں ذاتی طور پر مطالعہ کے لیے یکسوئی یا تنہائی کا کبھی خواہاں نہیں رہا، گھر یا مدرسہ میں مجھے جب جیسے موقع ملتا تو میں مطالعہ میں مشغول ہو جاتا اور مجھے یہ لگتا ہے کہ انسان کو ہر ماحول اور ہر قسم کے لوگوں میں بیٹھ کر مطالعے کا عادی ہونا چاہیے، زیادہ تکلفات کی وجہ سے بھی انسان بہت کچھ پڑھنے سے رہ جاتا ہے۔

مطالعہ کی رفتار

مطالعہ کی رفتار ذوق، ذہن اور قوت مشاہدہ وحافظہ کے اعتبار سے الگ الگ ہوتی ہے، پھر مطالعہ کی رفتار میں فن، موضوع اور مضمون کے اعتبار سے بھی فرق پڑ جاتا ہے، البتہ مطالعہ کی رفتار درمیانی ہونا چاہیے، نہ زیادہ تیز ہو اور نہ زیادہ سست ہو، درمیانہ رفتار سے مطالعے کی عادت ابتدا سے ہی بنالی جائے تو زیادہ بہتر ہے، اس طرح مطالعہ کرنے والا کتاب کو سمجھ بھی سکے گا اور زیادہ مطالعہ بھی کر سکے گا، اس کے برخلاف اگر سست رفتاری سے مطالعے کی عادت بن جائے تو لوگ اکتاہٹ کا شکار ہوجاتے ہیں، پھر مطالعہ میں دل نہیں لگے گا، اسی طرح زیادہ تیز مطالعہ کرنے سے آدمی کو سمجھ نہیں آئے گا۔

دوران سفر مطالعہ

اصل بات یہ ہے سفر کی کئی قسمیں ہوتی ہیں: ایک سفر بہت زیادہ طویل ہوتا ہے اور مشکل بھی ہوتا ہے اور انسان تھک بھی جاتا ہے، جیسے کار کا سفر ہے، اس میں اکثر وبیشتر شور شرابہ کا ماحول ہوتا ہے، اس لئے آدمی میں مطالعہ کرنے کا ذوق نہیں رہتا، دوسری قسم ریل گاڑی یا جہاز کا سفر ہے، اس میں آدمی کے لیے سہولت میسر ہوتی ہے، اس لیے کوئی اگر مطالعہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، میں خود بھی اس طرح ریل گاڑی یا ہوائی جہاز کے سفر میں اپنے ساتھ کتابیں رکھتا ہوں اور مطالعہ بھی کرتا ہوں۔

نئے لکھنے والوں کے لیے طریقہ کار

نئے نویسندگان اور نئے قارئین کو مطالعہ کے سلسلے میں متقدمین کی کتب اور تحریروں کے ساتھ ساتھ عصری ادبی وعلمی اور بلاغی مضامین اور رسالوں کا مطالعہ کرنا چاہیے اور مطالعہ کے بعد انہیں مطالعہ کردہ کتب یا رسائل کی ترتیب پر اپنے مضمون مرتب کرنے چاہئیں۔

کتابوں کے انتخاب میں رہنما اصول

کتابوں کے انتخاب کے رہنما اصول کے سلسلے میں یہ بات ضروری ہے کہ یہ چیزیں منقولی تو ہیں لیکن منصوصی نہیں ہیں بلکہ اجتہادی ہیں، ہر زمانے کا اجتہاد آنے والے زمانے کے اجتہاد سے مختلف ہوتا ہے، اس لیے ہم لوگوں کی رہنمائی کے لیے اس سلسلہ میں کوئی خاص اصول مقرر نہیں کر سکتے کہ لکھنے کے لئے کسی خاص اصول کو ضروری قرار دیا جائے، البتہ ہر زمانے کے لکھاریوں کے لیے اسی زمانے کے اعتبار سے متقدمین کے اصولوں کی روشنی میں اصول مقرر کئے جاسکتے ہیں، کیونکہ ہر لائق سابق پر موقوف ہوتا ہے، یعنی جدید لکھنے والے افراد قدیم لکھنے والوں کو دیکھیں کہ وہ کن اصولوں کو اپنائے ہوئے تھے، اسی طرح جدید

قارئین بھی سابقہ قارئین کے اصولوں کو اپنا کر اپنے لئے کوئی اصول مقرر کر سکتے ہیں اور یوں اپنے لئے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ میں ذکر کر چکا کہ وجہ اس کی یہ ہے کہ مطالعاتی یا تصنیفی اصول کوئی منصوصی چیز نہیں ہے جس کی تقلید ہمیشہ کے لیے کی جائے، بلکہ ہر زمانے کے اعتبار سے بالفعل جو اصول مطلوب ہیں ان ہی کو لیا جائے یہ زیادہ مفید ہے۔

مطالعہ رہنمائی کے ساتھ ہو یا ذوقی......مطالعہ کے دو طریقے ہیں

(۱)......کسی باذوق علمی اور ادبی شخصیت سے اس بارے میں مشورہ کیا جائے اور ان کی رائے کے مطابق مطالعہ کیا جائے، اس سلسلہ میں ایسے فرد کا انتخاب کیا جائے جو خود بھی کتابی ذوق رکھتا ہو اور علوم وفنون سے اسے اچھی مناسبت بھی ہوتا کہ وہ اچھا اور مفید مشورہ دے سکے۔

(۲)......یا خود انسان اپنے ذوق سے مطالعہ کے لیے راستہ وضع کرے یعنی اپنے لیے کوئی ایک راستہ متعین کرے لیکن از خود مطالعہ کے لیے کوئی موضوع منتخب کرنے کے بجائے کسی بااعتماد فرد سے رائے لینا زیادہ مفید ہے، تاکہ وہ آدمی کے ذوق وشوق کو بھی دیکھے اور پھر اس سلسلہ میں بہتر سے بہتر رہنمائی فراہم کر سکے، یہاں یہ بات بھی بہت ضروری ہے کہ مطالعہ یقیناً انسان کی زندگی میں بہت اہمیت رکھتا ہے لیکن مطالعہ کے ساتھ ساتھ عملی زندگی کے حقائق کی شناسائی اور اس کی رہنمائی کے لیے صالح تجربہ کار شخص کی صحبت اور رہنمائی بھی نہایت ہی اہمیت کی حامل ہے، مطالعہ انسان کے لیے نصف کی اہمیت رکھتا ہے اور بقیہ کی تکمیل کے لیے اچھی صحبت انتہائی ضروری ہے۔

تحفۃ الہند

پنجاب میں شہر لدھیانہ سے بیس بائیس کلومیٹر کی دوری پر ایک "پایل" نامی قصبہ ہے، یہیں کے نومسلم باشندے مولانا عبید اللہ پایلی نے آج سے تقریباً ایک صدی قبل "تحفۃ الہند" کے نام سے ایک لاجواب کتاب لکھی تھی، جو سینکڑوں بندگان خدا کے آغوش اسلام میں آنے کا ذریعہ بنی تھی۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے بھی اسی کتاب سے متاثر ہوکر اسلام قبول کیا تھا۔ اس کتاب میں جس معروضی ومثبت انداز میں اسلام کے حق وسچ ہونے اور کفر کے باطل وغلط ہونے کو پیش کیا گیا ہے، کم از کم وہ رنگ کسی اور کتاب میں راقم السطور کو نظر نہ آسکا۔

(سوانح حیات مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی، ص ۱۹۲)

مطالعہ بنیادی طور پر عبارت بینی کو کہتے ہیں، کاغذ کے صفحات پر ہو یا شیشے کی اسکرین پر، نئے زمانے نے مطالعہ کو کاغذ کے صفحات سے اسکرین کی طرف منتقل کیا، ہوسکتا ہے انقلابِ زمانہ کے ساتھ یہ اسکرین سے فضا کی طرف منتقل ہو، یعنی کسی اسکرین کی ضرورت ہی نہ رہے، آپ کی نگاہ کے سامنے فضا میں عبارتیں نظر آنے لگیں۔ برقی مطالعہ نے مطالعہ کی رفتار کو کئی گنا بڑھا دیا لیکن اسی رفتار سے اس کے اندر سطحیت آگئی، گیرائی نے گہرائی کو ختم کردیا، وسعت سطحیت کو لے آئی جب کہ علم پختگی چاہتا ہے اور ثمر بار مطالعہ گہرائی کا تقاضہ کرتا ہے...... بہرحال ورقی کتاب کی اہمیت اب بھی ختم نہیں ہوئی اور شاید کبھی ختم نہ ہو۔

مطالعہ کبھی کسی باعث کی وجہ سے ہوتا ہے، انسان امتحان کے لیے مطالعہ کرتا ہے، درس دینے کے لیے، خطاب کرنے کے لیے، مضمون، مقالہ یا کتاب لکھنے کے لیے مطالعہ کرتا ہے، یہ ایک طرح کا جبری مطالعہ ہے لیکن ایک ہوتا ہے مطالعہ کا ذوق...... کہ جب کوئی کتاب یا پڑھنے والی چیز نظر آئے تو دل مچلنے لگے کہ اسے دیکھا اور پڑھا جائے، جبری مطالعہ کے ساتھ ذوق بھی شامل ہو تب کام تحقیقی بھی ہوتا ہے اور آدمی اسے مفید سے مفید تر بنانے میں ایک لطف محسوس کرتا ہے۔ ذوقِ مطالعہ درحقیقت مطالعہ سے لذت پانے کا نام ہے...... یہ ذوق ماحول سے پروان چڑھتا ہے اور ماحول اصحابِ ذوق کی صحبت اور رابطے سے بنتا ہے۔ جن معاشروں میں علم و مطالعہ کا ذوق ہو، وہاں عام لوگ سفر کرتے ہوئے کوئی کتاب یا رسالہ پڑھتے ہیں، ہمارے ہاں سفر کی مسافتوں کو گانے سن سن طے کیا جاتا ہے:

نگاہِ شوق گر میسر نہیں تجھ کو　　　تیرا وجود ہے قلب ونظر کی رسوائی!

ابن الحسن عباسی

900/-

MAKTABA AL-NOOR
Deoband - 247554 (U.P.)
m.noordbd@gmail.com
9456422412, 9045909066 Maktaba Al-Noor Deoband